یادِ رفتگان

قاضی محمد اسلم صاحب سیف

آہ! عبدالجبار چوہان

کوٹ رادھاکشن ضلع قصور میں ہمارے دوست میاں عبدالجبار چوہان ایک دینی خاندان کے چشم و چراغ تھے تعلیم میٹرک تک تھی لیکن علم و مطالعہ کا ذوق بہت عمدہ تھا۔ گھر کے دینی ماحول اور والدین کی اچھی تربیت کی وجہ سے پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ "نوائے وقت" کے مقامی نامہ نگار تھے۔ شروع شروع میں نظام اسلام پارٹی میں شامل ہوئے۔ نظامِ اسلام پارٹی، عوامی لیگ اور دیگر پارٹیاں پاکستان جمہوری پارٹی کے نام سے متعارف ہوئیں تو پاکستان جمہوری پارٹی میں شامل ہو گئے۔ اور نواب زادہ نصراللہ خان کی سرکار سے وابستہ ہو گئے۔ ہر عسر و یسر میں اپنی پارٹی سے وابستہ رہے۔ سیاسی طور پر نہایت صاف ستھرے اور راستباز انسان تھے مقامی طور پر ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دینا اور ظالم کا پنجہ مروڑنا ان کا نصب العین تھا نواب زادہ نصراللہ خان کی سیاست، فراست، تدبر، دور اندیشی، ژرف نگاہی، استقامت، جرأت، اور راستبازی بیان کرنے میں رطب اللسان ہوتے۔ ہمیشہ کہتے کہ پنجاب میں ان سے بڑا لیڈر نہ کوئی ان سے پہلے پیدا ہوا ہے اور نہ آئندہ امید کی جا سکتی ہے جن دنوں حافظ احمد اللہ حامد وہاں خطیب تھے فرمانے لگے اس دور میں فکر اہلحدیث کو اونچے علمی حلقوں اور ملک کے دانشوروں تک پہنچانے کا بہترین زمانہ ہے۔ صدر ضیاء ہم سیاسی لوگوں کو بڑی گہری نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ علماء جن کی وہاں آمد و رفت ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اسلام کا مکمل خاکہ مرتب کر کے ان کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اس سے نہ صرف اتمام حجت ہو گی بلکہ صدر ضیاء الحق کے لیئے اسلام سے بھاگنے کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں گی۔ تحریکِ نظامِ مصطفٰے میں میاں عبدالجبار کا کردار سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ بنیادی طور پر سیاسی ورکر تھے۔ ملنسار، خلیق، معاملہ فہم اور دور اندیش نوجوان تھے۔ تحریکِ نظامِ مصطفٰے کی اسیری میں انہیں شوگر ایسے موذی مرض نے آ لیا جو روز بروز بڑھتا رہا گزشتہ دو سالوں میں ان کی صحت خاصی کمزور ہو چکی تھی۔ چہرے مہرے سے ان کی کمزوری نمایاں تھی۔ بایں ہمہ اپنی دلچسپیوں اور کاروباری مصروفیتوں میں جتے رہے۔

رمضان المبارک میں راقم جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی اعانت کی فراہمی کے سلسلہ میں جب کوٹ رادھاکشن پہنچا تو بڑے تپاک سے پیش آئے اور دیر تک گفتگو ہوتی رہی کیا معلوم تھا یہ ہماری گفتگو

آخری گفتگو ہے۔ جامعہ کی اعانت کے سلسلہ میں اپنے اقتصادی حالات کے پیشِ نظر فرمانے لگے کہ میں خود تو کچھ نہیں کر سکتا لیکن اپنے بھائی حاجی مقبول احمد صاحب سے تعاون لے کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے حاجی صاحب موصوف سے معقول تعاون کروایا۔ ایک عزیز کا تعارف کروایا کہ یہ گورنمنٹ کے انجنیئر ہیں۔ ماموں کانجن میں جو ڈاکخانہ کی عمارت بن رہی ہے اس کے یہ انچارج ہیں۔ اب وہ آپ کے پاس ماموں کانجن آئیں گے۔ گزشتہ دنوں اخبارات سے یہ روح فرسا خبر پڑھ کر رونگھٹے کھڑے ہو گئے کہ جوان رعنا نہیں بلکہ خلیق و ملنسار مخلص فدا کار میاں عبدالجبار چوہان جوانی کے عالم میں حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال فرما گئے۔ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے اور ان کے بچوں کے لیے معاش کی کوئی بہتر صورت بنائے۔ آمین۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (الواقعہ ۸۳)

جب موت و حیات میں چند ہچکیوں کا فاصلہ رہ گیا۔

ٹوٹ جاتا ہے طلسمِ زندگانی کا غرور توڑتا ہے دم بشر جس دم بشر کے سامنے

۲۶ مارچ ۳ بجے دن کا وقت ہے۔ کہ ہم چار حقیقی بھائیوں میں سے میرے سب سے چھوٹے بھائی "فضل کریم" اپنے گھر بستر علالت پر لیٹے ہوتے ہیں۔ آنکھیں بند ہیں لمبی لمبی سانس لے رہے ہیں۔ بایں حال کہ جسم پسینے سے شرابور ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے۔ کہ ان کا سفرِ آخرت قریب تر آگیا ہے اور وہ دنیائے دوں سے رُخ پھیر کر وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ (قٓ ۱۹) کے مطابق موت کی بے ہوشی سے دو چار ہونے کو ہیں۔ عالمِ برزخ کا نظارہ کر رہے ہیں۔ اُن کے بیٹے عبدالحلیم اُن کی یہ کیفیت دیکھ کر اُن کے قریب بیٹھ کر سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں۔ سورۃ یٰسین کی تلاوت مکمل ہوتی ہے۔ مریض کی سانس مزید اکھڑ جاتی ہے۔ میرے سامنے یہ آیات آجاتی ہیں۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(الواقعہ ۸۳)

سو جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت (یہ منظر) دیکھ رہے ہوتے ہو، اور

ہم اس شخص کے تم سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو۔ اگر تم بے بس نہیں ہو۔ تو پھر اس رُوح کو کیوں نہیں لوٹا لاتے اگر تم سچے ہو۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ ۝ (القیامہ ۲۶-۳۰)

جب جان ہنسلی تک آپہنچتی ہے اور پکارا جانے لگتا ہے، ارے کوئی جھاڑنے والا بھی ہے اور مرنے والا سمجھ لیتا ہے۔ کہ اب جدائی کا وقت ہے۔ اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹنے لگتی ہے۔ اس روز تیرے پروردگار ہی کی طرف جانا ہوتا ہے۔

میں اس دلدوز منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے دم بخود کمرے سے باہر نکل جاتا ہوں۔ اور مکان سے باہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا ہوں۔ اور اپنے زانو پر سر جھکائے فلسفۂ موت و حیات کے عمیق سمندر میں ڈوب جاتا ہوں۔

پاس بیٹھا ہوا سمجھ نہ سکا نزع کے مبتلا پہ کیا گزری

چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اندر سے چیخ و پکار کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے سر اوپر اُٹھایا تو ایک صاحب مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کے بھائی فوت ہو گئے۔ میں نے مخبر کی اس خبر کو حسبِ معمول سکون سے سنا۔ اور رضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

موت آئی اور انسان اُچک کر لے گئی اقرباء مجبور تھے معذور چارہ ساز تھا
موت سے پہلے جو مصروفِ تکلم تھا ابھی لمحہ بھر کے بعد وہ اک سازِ بے آواز تھا

موت بنی آدم کی میراث ہے۔ یہ ایک دوسرے کو وراثت کے طور پر منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ اس کا انکار ناممکن، اس سے فرار لاحاصل۔ بے پناہ قوت و طاقت کے باوصف انسان اس کے سامنے لاچار ہے اور بے انتہا دولت و ثروت کے باوجود آدمی اس کے آگے بے بس ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۝ ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، یہ قانونِ الٰہی ہے اور اٹل ہے، اس قانون سے نبی ولی عالم و فاضل، عابد و زاہد امیر و فقیر، مرد و زن، بچے، بوڑھے یہاں تک کہ بڑے سے بڑا حکیم اور ڈاکٹر بھی مستثنیٰ نہیں، ؎

عجیب منظر ہے ایک پل میں کروڑوں انسان مر رہے ہیں
یہ شارعِ موت ہے کہ جس سے نبی ولی سب گذر رہے ہیں

اَلْمَوْتُ كَاْسٌ وَكُلُّ النَّاسِ شَارِبُهٗ وَالْقَبْرُ بَابٌ وَكُلُّ النَّاسِ دَاخِلُهٗ
موت ایک پیالہ ہے جسے سب لوگ پی کر رہینگے اور قبر ایک دروازہ ہے کہ اس میں ہر شخص داخل ہو کر رہے گا

نمازِ جنازہ ان کے مکان کے سامنے گراؤنڈ میں رات کے دس بجے ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ میں سینکڑوں آدمی ہر مکتبِ فکر کے شامل تھے۔ نمازِ جنازہ میں امامت کے لیے احباب و اقارب نے اس عاجز کو مجبور کیا۔ غم سے نڈھال افتاں وخیزاں نمازِ جنازہ میں نے قراءتِ بالجہر کے ساتھ ادا کی۔ اب اس آدمی کو جو صبح دس بجے زمین کی پشت پر نرم و نازک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ رات کے دس بجے زمین کے پیٹ میں خاک کے بستر پر لٹانے کے لیے سینکڑوں آدمیوں کی معیت میں کاندھوں پر اُٹھائے لیے جا رہے ہیں۔ یہ بارہ گھنٹے کا انقلاب دعوتِ فکر دے رہا تھا۔ اور کاندھوں پر سوار میت زبانِ حال سے پکار رہی تھی۔ عبرت، عبرت، عبرت۔

؎ وہ جن کی راہ میں آنکھیں بچھائی جاتی ہیں جنازے کس طرح اُن کے اُٹھائے جاتے ہیں

میرے بھائی اچھے شاعر تھے۔ نایاب تخلص کرتے تھے۔ وفات سے تین روز قبل انہوں نے مجھے اپنا ایک تازہ شعر سنایا۔ زندگی اس طرح تمام ہوئی ۔ صبح دیکھی نہ تھی کہ شام ہوئی

بعد ازاں کئی شعر اسی ردیف قافیہ میں کہہ ڈالے۔ ایک نظم میں نے بھی اسی ردیف قافیہ میں کہہ کر سنائی۔ میں ان کے اس شعر کی گہرائی اور سچائی میں ڈوبا ہوا چل رہا تھا۔ اور وہ کفن میں لپٹے ہوئے اس شعر کی مجسم تصویر بنے ہوئے تھے۔

؎ میں اُٹھاتا تھا قدم شہرِ خموشاں کی طرف میرے ہمراہ مرے اشک رواں تھے اس دم

میں لڑکھڑاتا ہوا چل رہا تھا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا یہ قول میرا شانہ ہلا ہلا کر مجھے ہوشیار و خبردار کر رہا تھا۔ اَنَّ اَبَا الدَّرْدَاءَ اَبْصَرَ رَجُلاً فِي الْجَنَازَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ هٰذَا ؟ فَقَالَ اَبُوْ دَرْدَاءِ هٰذَا اَنْتَ هٰذَا اَنْتَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (الزمر ۳۰)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جنازے میں دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (تو سمجھ) کہ یہ جنازہ تیرا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ الزمر۔ (بیشک تو بھی مرنے والا ہے۔ اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔)

جنازہ تیرا بھی اُٹھے گا اک دن جنازے تو نے اوروں کے اُٹھائے

قبر تیار تھی میرے بھائی کی نعش لحد میں رکھ کر اُوپر منوں مٹی ڈال دی گئی۔ اب وہ ہم سے اور ہم اُن سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ زبانِ حال سے میرا شعر مجھے سنا رہے ہیں۔

احباب واقرباء ہیں تری زندگی کے ساتھ اترا نہیں ہے قبر میں کوئی کسی کے ساتھ

قبر کا یہ ہولناک منظر مجھے یہ حدیث یاد دلا رہا تھا۔

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا ۔ "موت مکمل وعظ ہے"۔

اور مجھے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر متنبہ کر رہا تھا کہ دیکھ، دیکھ بار بار دیکھ اپنے بھائی کا انجام دیکھ تیرا انجام بھی یہی ہونے والا ہے، میں سوچ رہا تھا۔

چپکے سے کس طرح وہ لحد میں اُتر گئے۔ رکھا تھا جن کو خانۂ دل میں اُتار کر

قارئین کرام متوفی کے لیے مغفرت کی دُعا فرما کر مشکور فرمائیں۔

عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

بقیہ :۔ احسن الکلام

بلکہ دیگر روایات پر بھی بڑی بے دردی سے عمل جراحی فرماتے ہیں۔ جیسا کہ " الکتاب الجامع " اور انداز المکن سے مترشح ہوتا ہے۔ بلکہ خود حضرت کی ذات ستودہ صفات نے کیا کچھ نہیں کیا۔ کیا صحیح مسلم ص۱۶۹ ج ۱ میں علاء بن عبدالرحمٰن کی حدیث من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج کو منکر نہیں کہا ؟ فرماتے ہیں یہ روایت ان کی (علاء) منکر روایتوں میں شمار ہے " احسن ج ۱ ص ۱۴۲۔ اور یہی کچھ انہوں نے ج ۲ ص۱۴۳ پر کہا ہے۔ پھر مکحول، علاء بن الحارث، محمد بن مبارک جو صحیح مسلم کے راوی ہیں کیا ان پر مولانا صفدر صاحب نے کلام نہیں کیا ؟ مگر اس کے باوجود الزام یہ کہ صحیحین کی صحت کے بارے میں ان حضرات کا دعویٰ محض زبانی جمع خرچ تصور ہوگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اتنا نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

قارئین کرام :۔ یہ ہیں ان اعتراضات کی حقیقت جو حضرت مولانا صفدر صاحب نے ابواسحاق اور ابوالزبیر کی تدلیس کے بارے کئے ہیں۔ اور اپنے ثنا خوانوں کو باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اس کے علاوہ ترجمان الحدیث میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ان سے کسی قسم کا شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ ان کے ان تازہ اعتراضات کی حیثیت سے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ان کا موقف کس حد تک مبنی بر صداقت ہے۔ اور اسی سے ہماری گرفت کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

بقیہ :۔ درس حدیث

یہ صرف چند آثار و شواہد ہیں، اور تلاش سے اور بھی مل سکتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام مہاجرین صحابہؓ میں زیادہ فقیہ۔ قاری اور کتاب و سنت کے عالم تھے اور اس بناء پر آپ نے ان کو اپنی آخری بیماری کے ایام میں، نماز میں امامت کے فرائض سونپے اور اس طرح لوگوں کو واضح اشارہ دے دیا کہ آپ کی وفات کے بعد ان کے دینی و دنیوی امور کا پاسبان کون ہوگا ؟